کتاب ''مسدسِ بدحالی'': تحقیقی وتنقیدی جائزہ

مجاہد حسین

Mujahid Hussain

عائشہ تبسم

Ayesha Tabassam

M .Phil Scholars, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Molana Altaf Hussain Hali wrote his evergreen and famous book knows as "Musaddas e Hali". Syed Zammer Jafari worte its parody under the title "Musaddas e Behali" but this paraody was mainly confined to title only. Inside the book, many socio-political topics were discussed int he form of poetry. In this artical, the writer has presented the critical analysis of this book.

سید ضمیر جعفری اردو کے ایک نامور مزاحیہ شاعر کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ وہ جنوری ۱۹۱۶ء میں جہلم کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ اُنہوں نے اپنی ملازمت کا آغاز ایک کلرک کی حیثیت سے کیا۔ دوسری جنگ عظیم میں فوج میں شمولیت اختیار کی اور ترقی کرتے ہوئے میجر کے عہدے پر سے ریٹائر ہوئے۔ انہیں نہ صرف ریٹائرڈ میجر، بلکہ سابقہ آئی ایس آئی چیف سید احتشام ضمیر جعفری کے والد ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔(۱) سید ضمیر جعفری کو بچپن سے ہی شعر وشاعری سے خاص شغف تھا اپنی شاعری کو جلا بخشنے کے لیے انھوں نے آغاز میں رسالہ ''شیراز'' میں نظمیں اور غزلیں لکھنا شروع کی۔ روزنامہ غالب اور بادشمال سے منسلک رہے، روزنامہ ادارت کی صدارت کی ذمہ داری بھی نبھاتے رہے۔ اس کے علاوہ اُنہوں نے ریڈیو میں بھی ملازمت کی اور کچھ عرصہ پاکستان نیشنل سنٹر کے ڈائریکٹر بھی رہے ملازمت کے ساتھ ساتھ شاعری میں بھی طبع آزمائی کرتے رہے اور ایک بڑے شاعر کے طور پر منظر عام پر آئے۔ ان کی شاعری کی ۷۸ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں ''مافی الضمیر''، ''متاعِ ضمیر''، ''لاہور ترنگ'' اور ''من میلا'' جیسی مشہور کتابیں بھی شامل ہیں۔(۲) ان کی شاعرانہ عظمت سے متعلق چراغ حسن حسرت کتاب ''مسدس بدحالی'' کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''اس عصر میں لسان العصر حضرت اکبرالہ آبادی کے بعد شائستہ بشاشت، ردیف رمزیت اور اٹھلاتی ہوئی شگفتگی میں گندھا ہوا جیسا مزاح سید ضمیر جعفری کے ہاں ملتا ہے۔ بانکپن کے ساتھ یہ امتیاز انہی سے منسوب ہے۔''(۳)

''مسدس بدحالی'' سید ضمیر جعفری کی شاعری پر مشتمل ایک بہترین کتاب ہے جس میں مزاح، جذبات و تاثرات، طنز کے تیر، معاشرتی خامیوں کی نشاندہی، ظاہری و باطنی تضادات، حب الوطنی اور سنجیدہ شاعری کے ساتھ ساتھ قدامت اور جدّت کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ مسدس بدحالی درحقیقت مسدس حالی کی ایک شگفتہ پیروڈی ہے۔ یہ ۱۸۵ صفحات پر مشتمل ہے جو ۱۹۹۶ء میں دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کا انتساب سید ضمیر جعفری نے اپنے گاؤں کے ایک پڑوسی سائیں محمد شاہ کے نام کیا ہے اور اس کی وجہ ان کے سحر دم ''پٹاکتے'' بٹیروں کو گردانہ ہے کہ جن کی بدولت انھوں نے بولنا سیکھا۔ کتاب کا سرِ ورق انتہائی دلچسپ اور دلکش ہونے کے ساتھ ساتھ مصوری کا بہترین نمونہ بھی ہے جس کو دیکھ کر کتاب کے اندر کی ساری کہانی کا نقشہ قاری کی نظروں کے سامنے کھینچا چلا جاتا ہے اور وہ تھوڑے سے غور و خوض کے بعد کتاب کے لکھنے کا مقصد سمجھ جاتا ہے۔ کتاب کے آغاز میں ایک شعر:

ہمارے ملک کا رنگ اور بھی نکھر جاتا
ہمارے مرد بھی ہوتے جو عورتوں کی طرح(۴)

ملتا ہے جو لطیف سے طنز اور چھپے ہوئے مزاح کا بہترین نمونہ ہے۔

کتاب کو چار حصّوں بالترتیب مسدس بدحالی، گھر کی منڈیر سے، پھل گراں اور مغرب کے دھنک دھویں میں، میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حرف آغاز خود ضمیر جعفری نے لکھا ہے جس میں انھوں نے اپنے دو دوستوں، آصف محمود اور حسن عباس رضا کی معاونت کا بہت عاجزانہ انداز میں شکریہ ادا کیا ہے۔ حرفِ آغاز کے آخر میں دستخط کے ساتھ تاریخ دسمبر ۱۹۹۶ء بھی درج ہے۔ اس کے بعد ''آنسوؤں کا سمندر'' کے عنوان سے ایک چھوٹا سا مضمون ملتا ہے جس میں ان کا یہ اعترافی بیان بھی موجود ہے کہ انھوں نے ۱۹۵۲ء میں ''مسدس بدحالی'' کے عنوان سے ''مسدس حالی'' کی ایک شگفتہ پیروڈی لکھنے کا قصد کیا تھا۔ ارادہ ایک ایسی طویل مثنوی لکھنے کا تھا جس میں پوری قومی زندگی کا سراپا نظر آئے۔ نظم کے ابتدائی چند بند دسمبر ۱۹۵۲ء کے ہیں جب وہ اپنی ملازمت کے سلسلہ میں ملیر چھاؤنی میں مقیم تھے بعد میں دو برس تک شدہ شدہ اس میں اضافہ ہوتا رہا لیکن جس نہج پر وہ چاہتے تھے یہ نظم اس طرح آگے نہیں بڑھ سکی اور اس کی وجہ وہ اپنے فیصلے کی غلطی کو تسلیم کرتے ہیں کیونکہ انھوں نے پیروڈی کے لیے ایک انتہائی کرب ناک موضوع کا انتخاب کر لیا تھا۔ خواہ اس سے ضمیر جعفری بھی وہی مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے جو حالی اپنی مسدس سے، لیکن دل کو تڑپانے اور روح کو گرما دینے والی ایک ایسی غیر فانی نظم، کہ دردمندی و دل گدازی میں جس کی نظیر ہماری پوری شاعری میں نہیں ملتی، کی پیروڈی کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا اپنے اس فیصلے کا ادراک خود ضمیر جعفری کو بھی ہو گیا۔ تھا وہ خود کہتے ہیں:

''چناں چہ میں نے بہت جلد محسوس کر لیا کہ میں مسکراہٹوں کے تعاقب میں آنسوؤں کے سمندر میں اتر گیا ہوں۔''(۵)

شاید اسی وجہ سے وہ اپنے پیروڈی کو مکمل نہ کر پائے۔ کتاب کا پہلا باب ''مسدس حالی'' کے عنوان سے ہے جس میں ہماری معاشرتی خامیوں کی نشاندہی ملتی ہے اور معاشرتی برائیوں پر مزاحیہ انداز میں طنز کے نشتر چلائے گئے ہیں۔ الطاف حسین حالی کی لکھی ہوئی نظم ''مسدس حالی''، مسلمانوں کے ماضی اور حال پر لکھی ہوئی ایک عظیم نظم ہے یہ نظم کیا ہے! مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا نوحہ ہے۔ ماضی میں مسلمانوں کو حاصل شان و شوکت کا مرثیہ ہے۔ نظم میں حالی نے ان تمام عناصر کی نشاندہی کی ہے کہ

کس طرح ہمارے حکمران اقتدار کی مسند پر بیٹھ کر لہو ولعب کا شکار ہوئے اور اقتدار بتدریج ان کے پاؤں کے نیچے سے کھسکنے لگا۔ اور بالآخر اغیار کی غلامی ان کے گلے کا طوق بن گئی اور تقریباً ایک صدی سے زیادہ عرصہ مسلمان ظلم و جبر اور کسمپرسی کا شکار رہے۔ ''مسدسِ بدحالی'' میں بھی سید ضمیر جعفری نے ہمارے معاشرے میں پائی جانے والی انھیں تمام معاشرتی و اخلاقی برائیوں کی نشاندہی کی ہے کہ جن کے باعث ہمارا معاشرہ زبوں حالی کا شکار ہے اور مسلسل تنزلی کی طرف گامزن ہے ان کا سب سے بڑا ہدف سیاست ہے۔ اِن کے بقول یہاں رضا کار کم جبکہ لیڈر زیادہ ہیں اور انہی بےعمل لیڈروں نے ہمارے معاشرے کو کئی کئی حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ گھر گھر میں سیاسی پارٹی ہے جس کی بدولت ایک ہی گھر میں بسنے والے بھائی آپس میں دست و گریباں نظر آتے ہیں۔ یہ سیاسی رہنما جلسوں جلوسوں میں بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں اور جوں ہی کرسی پر براجمان ہوتے ہیں، اپنے قول سے پھر جاتے ہیں۔ غریبوں کے ساتھ جینے مرنے کی بات کرنے والے بعد میں اپنے ہی پروٹوکول سے غریبوں کے بچوں کو کچل ڈالتے ہیں۔ اِن جیسے لیڈروں پر طنز کرتے ہوئے سید ضمیر جعفری کہتے ہیں:

مزاجوں میں یوں لیڈری آ گئی ہے
کہ گھر گھر کی الگ ''پارٹی'' ہے
کوئی شیر ہے تو کوئی لومڑی ہے
یہی اپنی لے دے کر انڈسٹری ہے
نہ منزل، نہ جادہ نہ کوئی ارادہ
رضا کار کم اور لیڈر زیادہ(۶)

....

یہ لیڈر بیانوں میں کام آنے والے
جرائد میں شہ سُرخیاں پانے والے
یہ ہر قول سے مُکر جانے والے
یہ ہر میز کرسی پر مر جانے والے
بیاباں کو صحنِ چمن جانتے ہیں
قیادت کو خوراکِ تن جانتے ہیں(۷)

اس کے علاوہ رشوت ستانی، بدعنوانی، اقربا پروری، سرکاری افسروں اور ملازمین کے رویے، وڈیروں اور سرمایہ داروں کی اجارہ داری، تعصب، فرقہ بندی، مجموعی بدعملی، معاشرتی تضاد، مفاد پرستی، تنگ ذہنیت اور ناقص عدالتی نظام سمیت دیگر معاشرتی خامیوں پر طنز و مزاح کے تیر برساتے ہیں۔ ''مسدس بدحالی'' کے علاوہ اس باب میں دو عشق، آشوب نامہ، ایک رئیس زادے کی سالگرہ، یہی کوچہ ہے، رویہّ کے عنوانات سے نظمیں بھی ملتی ہیں۔ ان کی بہت خوبصورت نظم ''رویہ'' میں مولویوں سے متعلق ہمارے تضاد بھرے رویے پر بہت گہری طنز کی چوٹی لگائی گئی ہیں:

مولوی اونٹ پہ جائے ، ہمیں منظور مگر
مولوی کار چلائے ، ہمیں منظور نہیں
وہ نمازیں تو پڑھائے ، ہمیں منظور مگر
پارلیمنٹ میں آئے ، ہمیں منظور نہیں
حلوہ خیرات کا کھائے تو ہمارا جی خوش
حلوہ خود گھر میں پکائے ہمیں منظور نہیں
علم و اقبال اور رہائش ہو کہ خواہش کوئی
وہ بھی ہم سا نظر آئے ، ہمیں منظور نہیں
احترام آپ کا واجب ہے مگر مولانا
حضرت والا کی رائے ہمیں منظور نہیں(۸)

اسی طرح ہمارے نظام انصاف پر چوٹ کرتے ہوئے ہوئے اپنے نظم اماں میں لکھتے ہیں:

ہائے انگریز کا بخشا یہ نظام انصاف
فیصلہ جو بھی ہے محشر پہ اٹھا رکھا ہے(۹)

کتاب کا دوسرا باب ''گھر کی منڈیر سے'' کے عنوان سے ہے جس میں پیش رفت، آج بھی، جمہوریت تخت نشینی، حاکم لوگوں!، خوش فہمی، سیاست کا رخ سمیت دیگر عنوانات سے نظمیں ملتی ہیں جو قطعہ، رباعی، آزاد نظم اور نظمِ مسلسل کی ہیئت میں ہیں۔اس حصہ میں سید ضمیر جعفری نے نہ صرف مقامی بلکہ عالمی نوعیت کے مسائل کو بھی اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔اس حصہ میں موجود نظموں سے ان کے عہد کے سیاسی و معاشرتی حالات و مسائل کی بھرپور عکاسی ہوتی ہے۔علامی نوعیت کے مسائل کی بات کریں تو انھوں نے فلسطین، کشمیر، مسقط، مکران سمیت معاہدہ شملہ اور جنیوا پر بھی نظمیں لکھی ہیں۔اسرائیل کے ساتھ یاسر عرفات کے معاہدے اور اس پر اپنائے گئے دوغلے پن سے متعلق اپنی نظم ''فلسطین'' میں طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یاسر عرفات کا سمجھوتا خوش آیا مگر
ملک اسرائیل کی توثیق فرماتے نہیں
یاد آئی ہم کو اپنے دوغلے پن پر یہ مثل
گُڑ تو کھا لیتے لیکن گُلگلے کھاتے نہیں (۱۰)

اس کے علاوہ پاکستان میں جمہوریت کے کمزور خدوخال اور نالائق حکمرانوں کا نوحہ بھی پیش کرتے ہیں اپنی نظم ''نابینا کابینہ'' میں ارشاد کرتے ہیں:

ناخواندہ چند وڈیروں کی
یہ اپنی جو کابینہ ہے

اندھوں کے ہاتھ آئینہ ہے
کیا دیکھے جو نابینا ہے(۱۱)

کتاب کا تیسرا باب ''پھلِ گراں'' کے عنوان سے ہے جس میں بادل کے پیچھے دھوپ، قاہرہ کانفرنس، لالہ کا پرنالہ، اینگلو پاک مکالمہ، طالبان کی دکان، آنگن ٹیڑھا، فلسفہ، خودستائی سمیت مختلف عنوانات سے نظمیں موجود ہیں۔ان نظموں کے موضوعات میں سیاسی، معاشرتی، سماجی، فلسفیانہ، مقامی وغیر مقامی ہر طرح کے موضوعات ملتے ہیں جبکہ ان نظموں کی ہیئت بھی مختلف ہے۔نہ صرف طنز ومزاح سے کام لیا گیا ہے بلکہ بعض مقامات پر صرف ایک شعر میں بہت بڑے فلسفہ کو سمیٹ دیا گیا ہے مثلاً نظم ''آزادی'' میں قومی آزادی سے متعلق لکھتے ہیں:

جانے میں اک پل نہ لگے
واپس آئے صدیوں میں(۱۲)

کتاب کا چوتھا اور آخری باب ''مغرب کے دھنک دھوئیں میں'' کے عنوان سے ہے جس میں مغرب کے منشیوں سے، کاغذی پیرہن، نقطہ نظر، لبرل کردار، امریکی حکمت عملی، ہدف، مجبورِ عادت، عراق کی جنگ سمیت دیگر مختلف عنوانات سے نظمیں ملتی ہیں۔ان تمام نظموں میں سید ضمیر جعفری نے مغرب کا دوغلہ پن اور اس کے بیان و عمل میں پائے جانے والے تضادات کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔یہاں بھی وہ اپنا مخصوص انداز لیے ہوئے ہیں مگر مزاح سے زیادہ طنز نظر آتا ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ اہل مشرق کو اہل مغرب کی عیاری، مکاری، ایذارسانی اور متضاد پالیسی سے آگاہ اور ہوشیار کر رہے ہیں۔ اپنی نظم ''امریکی حکمت عملی'' میں لکھتے ہیں:

یہ اس کی حکمت عملی عجب قماش کی ہے
کہ فتح سامنے آئے تو جنگ ہارتا ہے
بگاڑتا ہے وہ ساکھ اپنی جب سنوارتا ہے
وہ دوستوں کو کھلا اور پلا کر مارتا ہے(۱۳)

امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کہ جس کے بعد، ایک سازش کے تحت اسلامی ملکوں اور مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے اور ان کے لیے کرۂ ارض تنگ کر دی گئی، پر طنز کے تیر برساتے ہوئے اپنی نظم ''ہدف'' میں لکھتے ہیں:

اپنی ایٹم ساز بارودی کمیں گاہوں کے بیچ
''جان بل'' انگلش کہ امریکہ کا انکل سام ہے
''عالمِ نو'' کی کمر بندی سے یہ ثابت ہوا
اہل مغرب کا ہدف مشرق نہیں اسلام ہے(۱۴)

اپنی نظم ''عراق کی جنگ'' میں بھی انھوں نے اہل مغرب کے اس تضاد بھرے کردار کو بھرپور طریقے سے بے نقاب کیا ہے۔

کتاب ''مسدسِ بدحالی'' کے جائزہ سے سید ضمیر جعفری کی حب الوطنی کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔ ملک پاکستان کے

حالات و واقعات اور سیاسی وڈیروں کی لوٹ کھسوٹ پر وہ خون کے آنسو روتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پاکستان کے معاشرتی، سماجی اور اخلاقی پستی کو دیکھ کر جو کسک اُن کے دل میں اُٹھتی ہے، اُس کا بھرپور اظہار ان کی شاعری میں ملتا ہے۔ وہ معاشرتی خامیوں کی نشاندہی کے بعد بہت لطیف پیرائے میں ان پر طنز کرتے ہیں۔ اُن کی طنز، طنز برائے مزاح ہی نہیں بلکہ طنز برائے اصلاح ہوتی ہے۔ ان کی شاعری جذبات و تاثرات سے معمور ہے۔ وہ مزاح کے ساتھ ساتھ ایک سنجیدہ شاعر کے طور پر بھی سامنے آتے ہیں اور یہی ان کی انفرادیت ہے۔

حوالہ جات

1۔ https://en.wikipedia.org/wiki/Zamir_Jafri

2۔ https://www.youtube.com/watch?v=yXM0Fqz1aw0

۳۔ ضمیر جعفری، سید، مسدسِ بدحالی، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، جنوری ۱۹۹۶ء، پسِ ورق۔

۴۔ ایضاً، ص:۴

۵۔ ایضاً، ص:۹

۶۔ ایضاً، ص:۱۲

۷۔ ایضاً، ص:۱۴

۸۔ ایضاً، ص:۵۳

۹۔ ایضاً، ص:۳۶

۱۰۔ ایضاً، ص:۸۵

۱۱۔ ایضاً، ص:۹۶

۱۲۔ ایضاً، ص:۱۴۰

۱۳۔ ایضاً، ص:۱۶۵

۱۴۔ ایضاً، ص:۱۶۷

☆......☆......☆